جولائی 2023

ماہنامہ

نفاذ اردو

تحریک نفاذ اردو پاکستان کا ترجمان

تحریک نفاذ اُردو پاکستان

www.tnupk.com

تحریک نفاذ اردو پاکستان کا ترجمان

تحریک نفاذ اردو پاکستان

دفتر: ایس۔۲۰۰، ملک آباد شاپنگ مال، مری روڈ، سٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

www.tnupak.com tnupak@gmail.com

Facebook.com/TNUPAK Whats app 03495059760

اداریہ

قومی زبان اردو کیوں نافذ نہیں ہوئی؟

قومی زبان اردو کے تحفظ، فروغ اور نفاذ کے لیے آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ قیام پاکستان کی پہلی بنیاد اردو ہی بنی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے تاسیسی اجلاس سے 1947 تک ہر اجلاس میں اردو کے تحفظ اور نفاذ کی قرارداد منظور کی جاتی رہی۔ قیام پاکستان کے فوری بعد 25 فروری 1948 کو قائد اعظم محمد علی جناح رحہ نے اردو کو ملک کی قومی اور سرکاری زبان قرار دیا اور اسی شام وزیر اعظم لیاقت علی خان نے یہ بل دستور ساز اسمبلی سے منظور کروایا۔ قائد اعظم کی زندگی نے ساتھ نہیں دیا اور لیاقت علی خان کو شہید کر کے انگریزوں کی پروردہ سول اور ملٹری بیوروکریسی نے ملک پر قبضہ کر لیا۔ جن کا نظریہ پاکستان، تحریک پاکستان اور مسلم لیگ سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ بعد ازاں اس اشرافیہ میں برطانوی تربیت یافتہ جج بھی شامل ہو گئے۔ یہی طبقہ کبھی براہ راست ملک پر قابض رہتا ہے اور کبھی ان کے آلہ کار جمہوریت کے نام پر مسلط کیے جاتے ہیں۔ جن کا واحد ایجنڈا پاکستان کو ملحد، سیکولر اور انگریزی کی آماجگاہ بنانا ہے۔

1868 سے مسلمانان برصغیر نے اردو کو بچانے کی جدوجہد شروع کی تھی، جو آج بھی پاک وہند میں جاری ہے۔ انگریزوں اور ہندوؤں کی اردو دشمنی قابل فہم تھی لیکن کالے انگریز مسلم لبادے میں ہماری قومی، ملی اور دینی اقدار اور پہچان کو جس دیدہ دلیری سے مٹا رہے ہیں وہ اب سمجھ میں آنے لگی ہے۔

اشرافیہ اپنے ذاتی مفادات کی خاطر انگریزی کی تلوار سے پچیس کروڑ پاکستانیوں کو قتل کیے جا رہی ہے تا کہ ان کی لوٹ کھسوٹ جاری رہے اور ان کی نسلیں بھی انگریزی فروش اداروں سے انگریزی میں مہارت حاصل کر کے ان کے نقش قدم پر چل سکیں۔ غریب پاکستانی نہ انگریزی پڑھ پائے اور نہ اشرافیہ کے مدمقابل کھڑا ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ کار سرکار انگریز میں چلایا جا رہا ہے اور سرکاری و نیم سرکاری ملازمتوں کے امتحانات انگریزی میں لے کر عوام کو سرکاری ایوانوں سے بے دخل رکھا جا رہا ہے۔

حکمرانوں اور نوکر شاہی کی فرعونیت کو روکنے کا واحد ادارہ سپریم کورٹ تھا، جو ان کا ہم نوا بن کر استعماری ایجنڈے کی تکمیل کر رہا ہے۔ ماضی میں سپریم کورٹ نے نفاذ قومی زبان کا مقدمہ تیرہ سال زیر التوا رکھا اور آج چھ سال سے سپریم کورٹ کے فیصلے پر عملدرآمد کا مقدمہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس صاحب کی عدالت میں خوار ہو رہا ہے۔ انگریزی پرست اشرافیہ کی انانیت کو روکنے کا واحد راستہ عوامی بیداری ہے۔ جب حکمران، نوکر شاہی اور جج مل کر قومی زبان کے نفاذ کی راہ رکاوٹ بن جائیں تو پھر سوائے عوامی طاقت کے کوئی راستہ باقی نہیں بچتا۔

عوام کو اشرافیہ کی سازشوں سے آگاہ کرنے کے لیے ہر باشعور پاکستانی کو قائد اعظم کا سپاہی بن کر نکلنا پڑے گا۔ تحریک نفاذ اردو پاکستان نے اس جہاد کا علم بلند کر رکھا ہے اور ہم ہر پاکستانی سے بھرپور شرکت کی اپیل کرتے ہیں کہ آئیے مل کر استعماریت سے آزادی حاصل کریں۔

عطاالرحمٰن

جولائی 2023

حمد

اختر چیمہ - پاکستان

زمانہ مشکلوں میں جب بھی ڈال دیتا ہے

مرا خدا کوئی رستا نکال دیتا ہے

جسے وہ چاہے مشقت سے آزماتا ہے

جسے وہ چاہے عروج و کمال دیتا ہے

رقیب برسوں کی محنت سے وار کرتے ہیں

وہ ایک پل میں سفینہ اچھال دیتا ہے

درود پڑھ کے اٹھاتا ہوں جب بھی دست دعا

وہ میرے خواب حقیقت میں ڈھال دیتا ہے

بدون خامہ سمجھتا ہے لوح دل کی طلب

ہمیشہ مجھ کو وہ قبل از سوال دیتا ہے

کسی کے آگے نہ دست طمع دراز کیا

وہ اپنے فضل سے رزق حلال دیتا ہے

حریف سازشوں کے جال جتنے بنتے ہیں

وہ میرے بخت کو اتنا اجال دیتا ہے

خلوص قلب سے جب بھی اسے پکارا ہے

وہ میرے سر سے بلاؤں کو ٹال دیتا ہے

تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دُھن نے غفلت میں ڈال رکھا ہے۔ یہاں تک کہ (اسی فکر میں) تم لب گور تک پہنچ جاتے ہو۔ ہر گز نہیں! عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔ پھر ہر گز نہیں (سن لو کہ) عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔ ہر گز نہیں! اگر تم یقینی علم کی حیثیت سے (اس روش کو) جانتے ہوتے (تو تمہارا یہ طرز عمل نہ ہوتا)۔ پھر (سن لو کہ) تم بالکل یقین کے ساتھ اسے دیکھ لوگے؛ پھر ضرور اس روز تم سے ان نعمتوں کے بارے میں جواب طلبی کی جائے گی۔

(التکاثر۔۔8-1)

وطن عزیز میں نفاذ اردو کیوں ضروری ہے؟

کارروائی ادبی نشست: ڈاکٹر ساجد خاکوانی (اسلام آباد)

منگل ۳۰ ذوالحجہ ۱۴۴۴ھ، ۱۸ جولائی ۲۰۲۳ء بعد نماز مغرب قلم کاروان کی ہفت روزہ ادبی نشست G6/2 اسلام آباد میں منعقد ہوئی۔ پیش نامے کے مطابق آج کی نشست میں پیش نامے کے مطابق گروپ کیپٹن (ر) جناب شہزاد منیر احمد کی تحریر بعنوان "وطن عزیز میں نفاذ اردو" طے کی گئی تھی۔ تقریب کے انعقاد میں "تحریک نفاذ اردو، پاکستان" کا خصوصی تعاون بھی حاصل تھا۔ اسی تحریک کے سرپرست جناب محمد اسلم الوری نے صدارت کی جناب کوکب اقبال ایڈووکیٹ خصوصی طور پر آج کی بیٹھک میں شریک تھے۔ استاذالاساتذہ جناب قاری بزرگ شاہ الازہری نے تلاوت قرآن مجید کی، جناب عالی شعار بنگش نے مطالعہ حدیث نبوی ﷺ پیش کیا، جناب احمد محمود الزمان نے اپنی لکھی ہوئی نعت کا ہدیہ پیش کیا اور جناب ڈاکٹر صلاح الدین صالح نے ترنم سے نعت شریف خدمت اقدس ﷺ میں پیش کی جبکہ بزم شوری پاکستان کے صدر نشین جناب سلطان محمود شاہین نے گزشتہ نشست کی کاروائی پڑھ کر سنائی۔

صدر مجلس کی اجازت سے جناب شہزاد منیر احمد نے قائد اعظم کے مشرقی پاکستان میں اعلان قومی زبان سے اپنے مقالے کا آغاز کیا، انہوں نے اردو زبان کی مختصر تاریخ بیان کی اور اس کے بعد دنیا کی بڑی بڑی جنگوں اور انقلابات میں زبان کے کردار پر روشنی ڈالی، فاضل مقالہ نویس نے بتایا کہ وطن عزیز کو کمزور کرنے کے لیے بھی لسانی تفرقات ابھارے جاتے رہے ہیں، انہوں نے سقوط ڈھاکہ کی ایک وجہ لسانی تعصب کو بھی قرار دیا، اپنے مقالے میں انہوں نے تفصیل سے بتایا کہ باسیان وطن عزیز کو ایک ہی تسبیح میں پرونے والا سب سے مضبوط دھاگہ رابطے کی ایک زبان اردو ہی ہو سکتی ہے، اپنے مقالے کے آخر میں انہوں نے کہا کہ بدیسی زبان کے باعث ہم مسلسل پسماندگی کا شکار ہیں اور ترقی کا واحد راستہ اردو کو تعلیمی، عدالتی اور دفتری زبان بنانا ہے۔

مقالے کے بعد جناب کوکب اقبال ایڈوکیٹ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اردو کی عدالتی جنگ کی تفصیلات بتائیں اور بتایا کہ وطن عزیز کی عدالت عالیہ نے اردو کے نفاذ کا حکم جاری کیا تھا لیکن اب تک حکومتی ذمہ داروں نے اس پر عمل درآمد نہیں کیا۔ مقالے پر ڈاکٹر یاسر حسین ستی، سید انصر گیلانی، سلطان محمود شاہین، عالی شعار بنگش، محمد اسرائیل الخیری اور ساجد حسین ملک نے تبصرے کیے اور صاحب مقالہ کے حسن تحریر کو سراہا اور ان کے موقف سے بالاجماع اتفاق کرتے ہوئے ملکی ترقی کے لیے

نفاذ اردو کو ناگزیر قرار دیا۔ اس کے بعد شعری نشست میں میر افسر امان، سلطان محمود شاہین، عبد الرشید ثاقب، ڈاکٹر صلاح الدین صالح احمد محمود الزماں، قاری بزرگ شاہ الازہری، شہزاد منیر احمد، لاہور سے آئے شاعر جناب ڈاکٹر جنید رضا اور ڈاکٹر الطاف شاہ نے اپنا اپنا کلام سنایا اور داد پائی_ اس کے بعد تحریک نفاذ اردو پاکستان کے صدر نشین جناب عطا الرحمن چوہان نے ایک قرارداد پیش کی جس میں حکومت پنجاب کی طرف سے نویں اور دسویں جماعت کی کل کتب کو انگریزی میں پڑھانے کے حالیہ فیصلے کی سخت مذمت کی گئی اور اسے قومی غداری سے تعبیر کیا، شرکاء نے اس قرارداد کو اتفاق رائے سے منظور کر لیا۔

آخر میں صدر مجلس جناب محمد اسلم الوری نے صاحب مقالہ کے پیش کیے گئے مواد کی بہت تعریف کی، صدر مجلس نے تفصیل سے بتایا کہ عدالتی نظام میں صرف انگریزی زبان کی وجہ کس قدر وقت کا ضیاع ہوتا ہے اور انصاف میں تاخیر ہوتی جاتی ہے، انہوں نے بتایا کہ کروڑوں بچے نظم تعلیم سے باہر ہیں کیونکہ انگریزی انہیں سمجھ نہیں آتی، صدر مجلس کے مطابق وطن عزیز کے بڑے بڑے سیاسی و انتظامی و عدالتی عہدوں پر انگریزی تعلیم یافتہ افراد بیٹھے ہیں اور انہوں نے ریاست کے نظام کو جمود کا شکار کیا ہوا ہے انہوں نے کہا کہ غلامی زدہ اشرافیہ نے انگریزی زبان کے ذریعے ملک کو ترقی کرنے سے روک رکھا ہے اور نوجوان مجبوراً ملک سے باہر چلے جاتے ہیں۔

وہ مائیں کیا ہوئیں -- جو زندگی اور کائنات سے واقف تھیں۔

شہزاد منیر احمد (گروپ کیپٹن ریٹائرڈ)

صبح بیگم جب رسوئی (کچن). میں آئیں تو ماچس کی ڈبیہ نہ پا کر پریشاں ہوئیں۔ کمرے میں واپس آئیں تو بولیں اب کیا کروں چولہا کیسے جلاؤں ۔ سگریٹ میں پیتا نہیں کہ لائٹر سے کام چلا لیتے۔ مجبوراً پڑوس سے ماچس مانگ کر کام چلایا۔ تب احساس ہوا کہ جو چیز آدمی کی رسائی میں ہو وہ اس کی اہمیت کو سمجھتا ہے نہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب وہ شے ہم سے کھو جائے تب اس کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔

گھر میں ماں کی عدم موجودگی اور ماچس کی نایابی کا تعلق بظاہر کوئی نہیں۔ معمول کی سرگرمیوں میں چیزوں کا استعمال تو ہوتا ہے مگر ان کی افادیت عموماً ذہن سے اتری رہتی ہے۔ رشتوں سے میل ملاپ بھی وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے مگر جب رشتہ کھو جائے تب اس کی موجودگی کی راحتیں اور خوشیوں کا احساس ہوتا ہے۔ بالخصوص ماں جب دنیا سے چلی جائے تو سمجھ آنے لگتا ہے کہ ماں سے گھر میں روز مرّہ کی باتیں کرنا تو اصل میں زندگی کا سلیقہ سیکھنا تھا۔

ماں گھر میں تربیت، ھدایت، تحفظ، پیار اور خوشیوں کا لازوال مخزن ہوتی ہے۔ "ماں" ہماری ساری ضرورتوں کو ایسے حل کرتی ہے جیسے افسانوی "الہ دین کا چراغ"۔ انسانی معاشرت اور انفرادی سطح پر ماں کی اہمت کیا ہے اس کے لیے رحمت العالمین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہی سب سے بڑی سند ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحابہ اجمعین کو بتایا، میری ماں زندہ ہوتیں اور میں نماز پڑھ رہا ہوتا پھر اگر میری ماں آواز دیتی "محمد" تو میں نماز چھوڑ کر ان کے پاس دوڑتا ہوا جاتا۔ اور اگر وہ ایسے دس دفعہ بلاتیں تب بھی میں کبھی سستی کرتا نہ ہی ان کی خدمت کرنے سے بیزاری دکھاتا۔
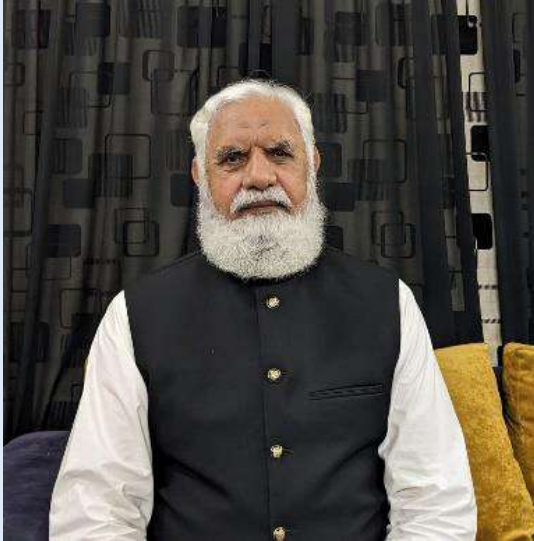
آج کے سائنسی دور میں جب ہم نئی نسل کو جدت پسندی کے نام پر خود رو گمراہی میں آوارہ خیال دیکھتے ہیں تو فوراً یہ سوال اٹھتا ہے کہ "ایسا کیوں ہو گیا ہے کہ اولادیں اپنے والدین کے بتائے سکھائے ہوئے ضابطہ حیات و اخلاق کو کیوں نظر انداز کر رہیں ہیں، وہ کیوں خود رو ہو گئی ہیں کیوں یوں بے لگام گھومتی ہیں؟ نہ اپنے وقت کے ضیاع کا احساس ہے نہ بغیر تعلیم و ہنر رہ جانے کی پریشانی اور نہ ہی اپنی اسلامی ثقافت سے

دور ہو جانے پر شرمندگی۔ سکول کالجوں میں تعلیم کے نام پر آوارہ گردی۔

کینٹینز میں کھلے بندوں مخلوط تفریحات کا انعقاد، لڑکے لڑکیوں کا بے حجابانہ مذاق ٹھٹھہ، لڑکے لڑکیوں کا نیم برہنہ لباس اور تمباکو نوشی کس حال اور ذہنی رجحان کی غماز ہے؟ اور کیسے مستقبل کے سفر کی تیاری ہے۔ مخلوط تعلیم، میری دانست میں ایک مجبوری سہی کہ اداروں کی کمی ہے اور اداروں میں جگہ کی عدم دستیابی ہے۔ لیکن مخلوط نشستیں اور تقریبات منعقد کرنے کا یہ کوئی معقول جواز نہیں ہے۔ اداروں کی نظامیہ کی تھوڑی سی توجہ سے یہ بدلا جا سکتا ہے۔

جب گھریلو سطح پر تعلیم و تربیت کا ہم ذکر کرتے ہیں تو سب سے اہم سوال یہ اٹھتا ہے کہ کس زبان میں بچوں کو زندگی سکھائی جائے۔ کراچی سے ماہر نفسیات ڈاکٹر نصرت میمن لکھتی ہیں۔ "بچوں کو اس زبان میں زندگی سکھائی جائے جس زبان میں وہ اپنے دیکھے خواب دوسروں سے بیان کرتے ہیں۔" بیدار آنکھوں سے خواب دیکھ کر بچے اپنے مستقبل کا خاکہ قائم کرتے ہوئے کہتے ہیں، میں مستقبل میں صحافی بنوں گا، وکیل بنوں گا یا فوجی افسر بنوں گا۔ پاکستانی ماؤں کو اپنے بچوں کے قلب و ذہن میں یہ بات پختگی سے نقش کر دینا چاہیے۔ کہ اسلام ان کا دین ہے، پاکستان ان کا ملک ہے، اردو زبان انکی قومی زبان ہے, قائد اعظم محمد علی جناح اور علامہ محمد اقبال ان کے علم سیاسیات کے راہنما ہیں۔

بین الاقوامی اجتماعات میں قوم کی شناخت ان کی قومی زبان ہوتی ہے اور دوسری شناخت ان کا دین و مذہب ہوتا ہے۔ ہماری قومی زبان اردو ہے، یہ ہمارے پاکستان بھر میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ رابطے کی زبان کی حیثیت سے اردو کو مرکزیت اور اہمیت حاصل ہے۔ ہمارے لیے اردو زبان معنوی اعتبار سے اسی طرح مضبوط مرکزی ستون کی حثیت رکھتی ہے جس طرح عربی زبان میں نازل کیا گیا قرآن پاک دنیا بھر کے مسلمانوں کو جوڑ کر رکھے ہوئے ہے۔ گھر کی چار دیواری میں ہر فرد کو اپنی مادری زبان بولنے کے ساتھ ساتھ اردو بول چال اپنانا چاہیے۔

روزمرہ کی سرگرمیوں میں چھوٹے چھوٹے الفاظ سب اردو کے استعمال کریں۔ بچوں کو انگریزی زبان میں بات کرنے اور لکھنے سے منع کریں۔ وہ زبان اغیار سیکھ کر صرف لکھو گھوڑے بن رہے ہیں۔ اپنی زبان سیکھیں بولیں اس میں شعر کہیں اور کہانیاں لکھیں گے تو ان کی شخصیت نکھرے گی، ان میں اعتماد سے گفتگو کرنے کی صلاحیت بڑھے گی، وہ با وقار تمدن اپنائیں گے تو قوم ترقی کرے گی۔ اردو اپنائیں، انگریزی سے جان چھڑائیں۔

تعلیمی ادارے نظریاتی نہیں رہے وہ سوداگرانہ ہو گئے ہیں۔ مدرسوں میں نصاب دینی نہیں رہا بلکہ کالی سیاست کے کوئلوں کی کان بن گئے ہیں۔ مک مکا میں منہ تو کالا ہوتا ہے مگر پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی کا سا معاملہ بن گیا ہے۔ ہر معاشرے میں والدین بہت بڑا اخلاقی تربیتی ادارہ سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے اسلامی معاشرے میں بھی اب اس مقدس رشتے کو "اضافی اور بے اثر" کر دیا گیا ہے۔ سب سے بڑا ظلم ہم نے اپنی لازوال ثقافت، جامع تہذیب اور قابل تحسین اخلاقی اقدار کو ترک کر کے مغربی فلاسفروں کی تقلید کو اپنا کر کیا ہے۔ جدت پسندی کے شوق میں انسانی حقوق اور آزادی نسواں کو اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ قوائد و ضوابط کو پس پشت ڈال کر بلا ضرورت فروغ دے رہے ہیں۔

سوال یہ بھی کوئی غیر اہم نہیں کہ تم یہ کیوں کہتے ہو "چھوٹا منہ اور بڑی بات"۔ یہ بات کسی محکوم نے خوف زدگی اور اپنے آقا کی۔ مکمل خوشنودی میں سکھادی ہے۔ بات جھوٹی ہو یا سچی، کہنے والوں کی زبان کا سائز ایک جیسا ہی ہوتا ہے۔ بات میں موجود سچائی بڑی ہوتی

ہے منہ چھوٹا نہیں ہوتا۔ اسلامی تہذیب میں نہ کوئی منہ چھوٹا ہوتا ہے نہ بات بڑی ہوتی ہے۔

عشقِ حقیقی ہو کہ مجازی اس کے سارے مرحلے اور محبت نسواں کے سارے جھنجھٹ "باہمی رابطوں" سے پھوٹتے ہیں۔ اگر یہ غیر ضروری رابطے قائم ہونے کے راستے اور وسیلے ختم کر دیئے جائیں تو نہ آئے دن ماڈرن نوجوان اور الٹرا ماڈرن دوشیزائیں بالکونی سے گرا کر قتل کی جائیں اور نہ ہیں گلے گھونٹ کر انہیں مارا جائے۔ ہمیں معاشرت کے اس اہم پہلو سے ہرگز چشم پوشی نہیں کرنا چاہیے کہ نقصان کی تلافی کرنے سے اس کے تدارک کی اقدامات کرنا زیادہ سود مند ہوتا ہے۔ بات بگڑنے تک جانے سے پہلے اسے گرفت میں لے لینا چاہیے۔

وہ مائیں کہاں گئیں جنہوں نے بلال رضی اللہ عنہ، خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی پرورش کی جو غلام تھے مگر ان کی ماؤں نے ان میں غیرت دین اور عزت نفس جیسی تربیت سے ایسے ان کے دلوں میں بھر دی تھی کہ انہیں ان کے آقاؤں کا کوئی ظلم، تشدد ان کے عزم اور فیصلے سے نہ ہٹا پایا۔ اور نہ ہی ان کے لیئے آسائشوں اور آزاد ہونے کی پیشکش کارگر ثابت ہوئی۔

وہ مائیں کہاں گئیں جنہوں نے اپنے بیٹے (سید عبدلقادر جیلانی) کو تعلیم کی خاطر گھر سے دوسرے شہر میں کل وقتی مدرسے میں جاتے وقت ہدایت کی کہ بیٹا کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ زادراہ اور جیب خرچ کے لیے کچھ درہم اس کے کپڑوں میں محفوظ کر دیئے۔ سفر کے دوران راہزنوں نے ان کے قافلے کو لوٹ لیا۔ لٹیروں نے اس نوجوان سے پوچھا نکالو جو کچھ تمہارے پاس ہے۔ سید عبدالقادر جیلانی نے کہا میرے پیسے ان کپڑوں میں ہیں۔ راہزن وہ پیسے نہ نکال سکے اور بچے نے خود نکال کر دے دیئے۔ بچے کی سچائی جب اس گروہ کے سردار کو بتائی گئی تو اس نے کہا تم یہ رقم ہمیں نہ دیتے ہمیں تو اس کا پتہ ہی نہ چلتا۔ سید عبدالقادر جیلانی نے جواب دیا کہ میری ماں نے یہ ہدایت کی تھی کہ "بیٹا اپنی زندگی میں کبھی جھوٹ نہ بولنا بھلے کتنے بڑے نقصان کا خطرہ ہو"۔

یہ تھا نوجوانوں کو ماؤں کی تربیت کا اثر جو واقعتاً عقابوں کی سی جرآت، دلیری اور سچائی سے معاشرے میں جیئے اور شہرتِ احسن پائی۔ آج کا نوجوان ماں کی تربیت سے محروم رہ کر حرص وہوس کا رسیا ہو کر جی رہا ہے اور بے خبر ہے۔ کیا آج ہمیں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جیسی کوئی جرات مند اور بہادر ماں مل سکتی ہے، جنہوں نے اپنے لختِ جگر عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنی آخری ملاقات میں خود بوڑھی ہونے کے باوجود یہ مشورہ دیا تھا کہ حجاج بن یوسف ثقفی کی فوجوں کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو جاؤ۔ اس بات کی فکر نہ کرنا کہ شہادت کے بعد اس کی لاش کے ساتھ دشمن کیا کرے گا۔ میں تیری شہادت پر ثابت قدم رہوں گی، صبر کروں گی، اجر اللہ دے گا، تجھے بھی اور مجھے بھی۔ واللہ کیا شان فدائیت اور میعاری توکل ہے۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملنے کے تین روز بعد ماں، (حضرت اسماء) گھر سے نکلیں اور بیٹے کی لاش سولی پہ لٹکتی دیکھ کر بے ساختہ ان کے منہ سے ایک تاریخی جملہ ادا ہوا۔ "کیا اس شہسوار کا گھوڑے سے اترنے کا وقت ابھی نہیں آیا" اس جملے نے حجاج بن یوسف کو اس قدر شرمندہ کر دیا کہ وہ عبد اللہ بن زبیر کا لاشہ اتار کر پروقار ماں کے حوالے کرنے پر مجبور ہو گیا۔

روحانی اعتبار سے آج کی ماں دینی کم اور انتظامی ماں زیادہ ہے۔ وہ اپنے بچوں کو بڑی توجہ سے پال پوس کر پرورش کر رہی ہے مگر ان کی شخصی تربیت اور مومنانہ کردار کی طرف اس ذمہ داری سے فکر مند نظر آتی

ہے نہ نگرانی کرتی ہے اور نہ اسے امت محمدیہ کا قابلِ ذکر کردار بنا رہی ہے۔ جنت میں اماں حوا اور آدم علیہ السلام کی آنکھیں ممنوعہ پھل کھانے سے بند تھی۔ جس طرح آج کی زمین پر موجود ماں اپنے اصل سفر اور منزل سے بے خبر ہے۔ جونہی جنت میں جوڑے نے وہ پھل کھایا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں تو وہ اپنی برہنگی چھپانے لگے کیونکہ اللہ وہاں موجود تھا۔ آج کی ماؤں کو بھی کلام اللہ پڑھنا چاہیے

تاکہ وہ خود آگہی حاصل کریں ان کی آنکھیں کھلیں اور وہ اپنے فرائض کو کما حقہ ادا کریں۔ ان کی اولاد اسلام کی اس عظمت و کمال کو خود پائیں جن کے قصے انہوں نے صرف اغیار کی زبانوں سے سنے ہیں۔

ابھی کل کی بات ہے۔ 16 سالہ نوجوان محمد علی جناح کی والدہ خود بستر مرگ پر تھیں مگر علم و دانش اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کی خاطر اسے لندن بھجوا دیا۔ علامہ اقبال کی سادہ لوح ماں نے کس قدر زمہ داری سے نوجوان اقبال کی کردار سازی کی۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کی عظیم والدہ نے اپنے بیٹوں کے دلوں میں دینی علم اور توکل اللہ اس قدر پختہ کر دیا ہوا تھا کہ ان کے دلوں سے دشمن اور موت دونوں کا خوف ختم ہو گیا ہوا تھا۔

اردو ہماری زبان ہے انگلش عالمی زبان ہے ہماری تعلیم ہماری قومی زبان میں ہونی چاہیئے یا پھر دفاتر میں انگلش بولنے کی پابندی لگا دیں آپ کے نوے فیصد دفاتر میں سناٹا چھا چھا جائے گا کیونکہ زبانیں پڑھنے سے نہیں آیا کرتیں حضور ہمیں ہمارا حق دیں ہمارا موقف اور ہمارا مقصد وحید ہماری قومی زبان اُردو کا فروغ ہے ترویج ہے اور قومی سطح پہ انتظامی اداروں میں تنفیذ ہے۔

طیب محبوب ہارون آباد

خوش فہمی سے حقیقت تک کا سفر

سیّدہ عمارہ مقصود، آزاد کشمیر

جامعہ، جسے ہم انگریزی کے شیدائی لوگ یونیورسٹی کے نام سے جانتے ہیں۔ اس کے بارے میں ہمارے نین بہت ہی حسین خواب سجائے بیٹھے تھے۔ خواب کیسے نہ سجائے جاتے، جب فلموں اور ڈراموں میں دکھائی گئی یونیورسٹیز کو اس قدر خوش نما اور رنگین دکھایا گیا تھا اور دل چاہتا تھا کہ الہ دین کا چراغ ہاتھ لگے، پلک جھپکتے ہی مشقت کے یہ 12 سال گزریں اور ہم اس دل افروز طلسماتی دنیا میں چلے جائیں۔ جہاں سب کچھ ہماری منشاء کے مطابق ہو، جہاں نہ تو کلاس چھوڑنے پر کوئی سوال ہو اور نہ ہی گھر آکر پڑھنے کی نوبت آئے۔ مگر اتنے اچھے نصیب کہاں؟ آنکھیں تو تب کھلیں جب اس پُر خار گلستان میں قدم رکھا۔ اوّل تو صبح سویرے جاگنے کا مسئلہ جو کہ مقابلے میں باقی تمام مسائل سے سبقت لے گیا۔ جب ہمارے ساتھ پیش آیا تو دل خون کے آنسو رویا۔ خیر جیسے تیسے ہم صبح سویرے جاگنے ہی لگے مگر آگے کا رستہ اس سے بھی کٹھن نکلا۔ نہ تو ایسا کوئی نظام نظر آیا جہاں بغیر پڑھے نمبرات جیسے تحائف سے نوازا جائے۔ اور نہ ہی ٹی۔وی میں دکھائے گئے اساتذہ ہمیں نصیب ہوئے۔

رہی سہی کسر تو ہمارے ہر دلعزیز "کرونا وائرس" نے پوری کر دی۔ جہاں پہلے ہی ہم بہت مشکل سے ادھ کھلی آنکھوں سے کلاس میں بیٹھے ہوئے لیکچر جیسی لوری سنتے تھے اب آن لائن نامی کلاسز میں لیٹ کر مکمل نیند میں نامکمل سنے جانے لگے۔ آنکھیں فقط آخری چند لمحوں میں "حاضر سر" اور "اللہ حافظ" کہنے کے لیے لبوں کے ساتھ کھلنے کا شرف حاصل کرنے لگیں۔ کرونا کا شاید ہم سے کوئی گہرا دلی رشتہ تھا تبھی تو وہ ایک نقش کی طرح عین وقت پہ ہمیں امتحانات جیسی آفت سے بچا لیتا تھا۔

بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ اساتذہ کرام کی چند کرامات کا ذکر نہ کیا جائے تو ناانصافی ہو گی۔ اس قدر شریف النفس اساتذہ ملے کہ کچھ تو آن لائن کلاسز میں کیمرہ آن کروانے سے پہلے میک اپ کے لیے 5 منٹ دیتے تھے اور کچھ اس قدر دور اندیش کہ پہلے ہی ہمارے مستقبل کی پیشین گوئی کچھ یوں کی کہ آپ نمبرات کے لیے بھیک مانگیں گے مگر آپ کا کاسہ خالی لوٹا دیا جائے گا۔ اب ہمیں کوئی راہِ فرار بھی نظر نہیں آ رہی۔ ہماری تو وہ ابتر حالت ہے جیسے کسی شاعر نے کہا تھا کہ

پیاس لگی تھی غضب کی مگر پانی میں زہر تھا

پیتا تو مر جاتا، نہ پیتا تو بھی مر جاتا

آج تک ہماری کسی تعلیمی پالیسی میں شرح خواندگی کا ہدف سو فیصد رکھا ہی نہیں گیا ہم نے تقریباً آٹھ دہائیوں سے ایک ہائیبرڈ تعلیمی نظام اپنا رکھا ہے ایک انگلش سکول کے استاد چپس کو اپنے سے آدھے عمر کی عورت سے عشق ہوا اس کی شادی ہوئی اور اس عشق نامہ پہ پاکستانی تین نسلوں سے رٹہ مار رہے ہیں اور آج جا کر کسی افسر سے اس ناول کی مالک مکان کا نام پوچھیں! نہیں یاد ہو گا کیونکہ وہ ہماری تہذیب نہیں ہے ہمیں کاٹھے انگریز بنانا ایک ناکام منصوبہ ہے الٹا ہم تعلیمی طور پر ختم ہوتے جا رہے ہیں آخر ہم اردو کو بطور مرکزی تعلیمی زبان کیوں نہیں اپنا سکتے؟ انٹرنیشنل افیئرز میں ہم نے انگلش کے ساتھ کونسے تیر مارے ہیں؟

ہم قومی زبان کا نفاذ کیوں چاہتے ہیں

عمران میروانی خضدار

انسان کی خمیر میں چند چیزیں فطر تا یکساں ہوتے ہیں۔ آپ کرہ ارض پر موجود آٹھ ارب انسان کی مثال دیکھ لیں۔ دنیا کے جس بھی خطہ یا بر اعظم میں اگر کوئی انسان اپنا وجود رکھتا ہے۔ ہوش و حواس کے لحاظ سے تندرست ہے اور شعور و آگاہی کی مناسبت سے جامع انسان ہے تو اسے اس انسانی فطرت سے ضرور آشنائی ہوگی۔ وہ فطری آشنائی انسان کی اپنی مٹی اور زبان سے محبت ہے۔ مٹی سے محبت زبان سے لگاؤ انسانی خمیر کا حصہ ہے۔ آپ پتھر کے زمانے کی مثال لیں یا جدید ترقی یافتہ دنیا کو دیکھ لیں۔ ابتداء سے انسان اپنی پوری توانائی اپنے اجتماعی شناخت یعنی اپنے قومی نقطہ نظر سر زمین کی حفاظت اور اپنے شناخت کو بر قرار رکھنے یعنی اپنی زبان اور کلچر کو محفوظ کرنے پر خرچ کر تا رہا ہے۔

آپ دنیا کی موجودہ ترقی یافتہ اقوام کو دیکھیں ان کی اجتماعی ترجیحات کا بغور جائزہ لیں۔ آپ غیر جانبدار بین الاقوامی تجزیہ نگاروں کی رپورٹ کا مشاہدہ کریں دنیا کے تمام طاقتور ممالک اپنے دفاع، شناخت اور تعلیم پر اپنے وسایل صرف کرتے ہیں۔ ایک باوقار ملت کی پہچان اس میں ہے کہ کرہ ارض پر آباد دیگر اقوام کی نگاہوں میں بطور قوم اپنی پہچان رکھے۔ یہ پہچان مصنوعی نوعیت کی نہ ہو بلکہ یہ پہچان صدیوں سے اس کے ساتھ وابستہ اوصاف سے ہو جیسے اجتماعی یا قومی مفاد قومی زبان ملکی دفاع ہمہ گیر ثقافت یعنی بود و باش کی پہچان وغیرہ۔

پاکستان کی ترقی، پہچان، سلامتی کے ساتھ چوبیس کروڑ انسانی زندگیوں کا مستقبل وابستہ ہے۔ بلکہ اس موقع پر یہ کہنا ہر گز مبالغہ آرائی نہیں ہوگی کہ ترکی، ملائیشیا، ایران اور پاکستان کرہ ارض پر وہ چمکتے ستارے ہیں جن کے وجود پر عالم اسلام بجا طور پر فخر کرتا ہے۔ اگر ہم چوبیس کروڑ عوام اور اس سرزمین کی مستقبل کو محفوظ بنانے کے لیے واقعی مخلص ہیں تو ہمیں اپنے فطری اصولوں پہ عمل کرنا ہوگا۔ ہمیں چاہئیے کہ انسانی فطری اصولوں کی پیروی کریں قومی زبان سے محبت کو پروان چڑھایں۔

ہم آخر کب تک سامراجی قوتوں کی خوشنودی کیلئے اپنے قومی مفادات کو پس پشت ڈالتے رہیں گے۔ کب تک لسانی، علاقائی، زبانی اور مسلکی زہر ہماری جڑوں کو زہر آلود کرتا رہے گا۔ ہم ستتر سال بعد بھی قومی یکجہتی اور ملی اخوت جیسے اوصاف سے محروم ہونگے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ چوبیس کروڑ پاکستانیوں کو ان کے آئینی فطری، اور قانونی حق سے مزید محروم نہ رکھا جائے۔ ان کے قومی زبان کو فی الفور قومی سطح پر رائج کیا جائے۔ پاکستان کے تمام اداروں خواہ وہ تعلیمی ہوں یا عسکری ہوں خواہ کاروباری ہوں یا صنعتی سب میں اردو زباں کو عملا نافذ کیا جائے۔ عدالت عظمی, عدالتہاے عالیہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں یعنی قومی اسمبلی اور سینٹ جیسے مقتدر اداروں میں اردو زبان میں فیصلے لکھنے کا رواج ڈالا جائے۔

”زبان وثقافت کی ضرورت واہمیت“

تحریر۔ابوحمزہ آرائیں (اسلام آباد)

زبان وثقافت زندہ اقوام کی پہچان ہوا کرتی ہیں اور جو قومیں اپنی زبان وثقافت گروی رکھ کر چین کی نیند سو جاتی ہیں تاریخ انہیں حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیتی ہے۔اس کی زندہ مثال سلطنت عثمانیہ کے بعد کی تاریخ ہے جس طرح کمال اتاترک نے اپنے قوم ووطن کی زبان وثقافت سے غداری کرکے غیروں کی زبان وثقافت کو اوڑنا بچھونا بنایا اور قوم خراٹے مارتی رہی اس خاموشی کا خمیازہ آج ترک قوم بھگت رہی ہے۔بالکل وہی صورت حال آج پاکستان میں نظر آرہی ہے سن۱۹۴۷ء سے لیکر آج ۲۰۲۳ء جارہاہے نہ کسی حکمران کو،نہ عدالت عظمیٰ کے ججوں کو،نہ ٹی وی چینل کے مالکان کو اور نہ ہی جرنیلوں کو اس کی توفیق ہوئی کہ قومی زبان وثقافت کو استعماری قوتوں کے پنجوں سے آزادی دلا کر ایک خوددار قوم کے طور پر دنیا کے سامنے جی سکیں۔باقی ان تمام مقتدر حلقوں کو اگر ذاتی مفادات کے لیے رات بارہ بجے بھی ضرورت پڑ جائے تو عدالتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اگر نہیں کھلتے تو قومی زبان کو عزت دینے کے لیے نہیں کھلتے۔جہاں ان سب کا جرم نظر آرہاہے اس کے ساتھ اس جرم میں بحثیت قوم ہم سب شامل ہیں کیا قوم کی خاموشی جرم نہیں؟ کیا ۹۰ فی صد پاکستانیوں کا رومن رسم الخط میں اردو لکھنا پڑھنا غلطی نہیں؟ کیا عدالتوں میں اردو کے بجائے انگریزی زبان میں اپنے کیس دائر کرنا غلطی نہیں؟ کیا عدالتوں سے اردو زبان میں فیصلے کی کاپی کا مطالبہ نہ کرنا غلطی نہیں؟ کیا قومی زبان کو پس پشت ڈال کر اپنے بچوں کو صرف انگریزی تعلیم اور لباس کی تربیت دلوانا غلطی نہیں؟ اپنی روزمرہ کی بول چال میں انگریزی کے الفاظ کا جابجا استعمال غلطی نہیں؟ اپنی دکانوں،کارخانوں اور دواخانوں کے بورڈوں کو علاوہ ازیں اپنے شادی کارڈوں اور تعارفی کارڈوں اردو کے بجائے انگریزی زبان میں لکھوا کر اپنے عمل سے خود کو ذہنی غلام باور کروانا کوئی غلطی نہیں؟ ذرا نہیں پوری طرح سوچئے ہم بحثیت قوم کب سدھریں گے۔اگر اب بھی ہم نہ جاگے تو کب جاگیں گے اگر ہم نہ جاگے تو خاکم بدہن "ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں"۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت
نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے
بدلنے کا

اس لیے پوری قوم کو ہر سطح پر ہر محفل میں ہر نشست میں ہر تقریب میں ہر تہوار میں اپنی آواز بلند کرنے کی ضرورت ہے اس کے ساتھ ساتھ عملی زندگی میں قومی زبان کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کرنا ہے۔اپنے دوست احباب اور عزیز واقارب کو اردو کے استعمال کی ترغیب دینی ہے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھنا جب تک قومی زبان اردو کو عزت نہیں مل جاتی یعنی اسے دفتری زبان کے طور پر نافذ نہیں کیا جانا۔

ہمارا خوں بھی شامل ہے تزئین گلستاں میں
ہمیں بھی یاد کرلینا چمن میں جب بہار آئے

قومی ترقی میں قومی زبان کا کردار۔۔۔بنیامین، گلگت نلتر بالا

یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جو میں ابھی کہنے جارہاہوں۔۔۔، کہ قومی ملکی اور علاقائی ترقی کے لئے جو چابی کی حیثیت رکھتی ہے وہ زبان ہے زبان ایک تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے بہترین نعمت ہے۔ اور موجودہ دور میں آپ لوگ دنیاء کا مطالعہ کریں تو وہی ممالک دنیاوی ترقی کے لحاظ سے بلندی پر ہیں جنہوں نے آپنی قومی زبان کو ہی آپنی سرکاری اور دفتری زبان کادرجہ دیاہے۔ اور ہمارا پیارا پاکستان دنیا کا وہ واحد ملک ہے جہاں پر لوگ آپنی قومی زبان کو سرکاری زبان کادرجہ دلوانے کیلیئے عدالتوں کادروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ ہوناتو یہ چاہیئے کہ عدالتیں اور اعلیٰ آفیسران کو ہی یہ کام سرانجام دیناچاہیئے تھا مگر ایسا ممکن نہیں ہے۔

مملکت خداداد پاکستان جب وجود میں آئی تو اس وقت برصغیر کی سرکاری اور دفتری زبان اردو تھی۔ اب یہاں پہ سوچنے کا مقام ہے اور بہت بڑا المیہ ہے جس علاقے میں آپ کا رہنا محال ہے۔ اور رسم ورواج میل نہیں کھاتے ہیں آپکے مذہبی عقائد کو نقصان ہوتاہے۔ آپ ایک خدا اور رسول کے پجاری یہ برداشت نہیں کرسکتے ہیں اور کتنی بڑی قربانی دی ہے۔ اسکو تو ساری کائنات جانتی ہے۔ پر یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ اردوزبان کو نافذ کرنے میں اتنابڑا زلزلہ تو نہیں آنے والا تھا پر یہ رکاوٹ کہاں سے پیدا ہوگی۔۔۔۔۔

آزادی پاکستان۔

جب چودہ اگست انیس سو سینتالیس کو ہمارے ملک کو آزادی ملی تو قائد اعظم محمد علی جناح نے ببانگ دہل کہا کہ ہم آج انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہو گئے ہیں۔ اور انشااللہ آئندہ پندرہ سالوں کے اندر ہم آپنے ملک میں سرکاری اور دفتری زبان انگریزی کی جگہ اردو کو رائج کرینگے لیکن یہ خطبہ بھی ایک خواب بن کر رہ گیا۔۔۔

۱۹۷۳ کا آئین

اور انیس سو تہتر کے آئین کی دفعہ ۲۵۱ میں اردو قومی زبان کو سرکاری زبان کادرجہ ملا مگر پھر اسے نافذ کرنے کیلیے پندرہ سال کا وقت۔۔۔،۔ آخر کیوں؟؟؟؟

عدالت کا فیصلہ۔ آٹھ ستمبر دوہزار پندرہ کو عدالت نے باقاعدہ فیصلہ دیا کہ آئندہ تیس دن کے اندر اندر دفاتر میں زبان کو لکھا اور پڑھا جائے گا پر ایسا کبھی نہیں ہوا۔

وزیر اعظم عمران خان اور اردو زبان۔

بہت طویل عرصے کے بعد اس کمی کا احساس کرنے والا ایک اور شخص مارکیٹ میں آگیا جس کا نام عمران خان تھا۔۔۔ جس نے بڑی تفصیل کے ساتھ اردو زبان کے فائدے اور انگریزی کے نقصانات کو سمجھاتے ہوئے۔۔۔ کہا کہ اردو زبان نے اول سے ہمارا ساتھ دیا ہے۔ کبھی دو قومی نظریہ کی شکل میں تو کبھی قائد اعظم کے چودہ نکات کی شکل میں کبھی جنگ آزادی میں نعروں کی گونج میں تو کبھی ملکہ ترنم کے گیتوں میں لہذا ہمیں اپنی زبان کی ناشکری نہیں کرنی چاہئے اور اسکے نفاذ کیلئے دن رات ایک کرکے کوشش کرنی چاہئے تاکہ جہالت سے ہماری قوم کو چھٹکارا نصیب ہو۔۔۔۔ اور عمران خان نے قومی زبان اور قومی لباس کی اہمیت بڑھانے کیلئے پاکستانی عوام کو تبلیغ کی جسکی وجہ سے عوام کے دل میں اس کی اہمیت اور بڑھ گئی۔

قرآن کریم اور زبان۔

اس طرح زبان کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے ارشاد ربانی ہے کہ۔ میں نے تمام امتوں کو انکی زبان میں نبی بھیجے تاکہ وہ انہیں اللہ کا دین بہتر انداز میں سمجھا سکیں۔۔۔۔ تو اس بات سے اندازہ کر سکتے ہو کہ زبان کتنی بنیادی چیز ہے۔ اور ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم عرب کے علاوہ دوسرے لوگوں سے انکی زبان میں بات کرتے تھے۔ جیسا کہ سلمان فارسی سے فارسی میں بات کرتے تھے ان تمام باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ زبان کیا ہے۔۔۔۔

تو زبان اپنے جزبات احساسات اور نظریات کو دوسروں تک پہنچانے کا ایک بہترین زریعہ ہے۔ اور اگر یہی ذریعہ کام نہ کرے تو احساسات اور جزبات کا دم گھٹ جاتا ہے اور وہ فوت ہو جاتے ہیں۔ ابھی اس بات کا اندازہ اس سے لگایا جاتا ہے کہ ایک گونگے کو بھی تعلیم دی جاتی ہے لیکن اشاروں میں علامتی اشکال بنا کر اس طرح ہمارے معاشرے میں بھی ہے۔ ہم انگیریزی سے ناواقف ہیں ہم نہیں جانتے ہیں کہ یہ کیا بلا ہے۔ تو اسے پہلے سیکھ کر سمجھ کر اس پر عمل کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اسی طرح کہ ایک گھر میں شاعری اسکی جنم گھٹی میں شامل ہوتی ہے۔ اور کچھ لوگ سیکھ کر کرتے ہیں۔ بڑا فرق ہوتا ہے۔ ایک گھر میں مورتیاں پہلے ہی سے بنائی جاتی ہیں۔ اور ایک بندہ ابھی مورتی بنانے کا ہنر سیکھتا ہے۔ اس بندے کے لئے مشکل ہوگی جو اس شعبے میں نووارد ہے۔

پاکستان کی پچانوے فیصد آبادی انگیریزی نہیں جانتی ہے۔ پھر بھی اسے جبراً کیوں مسلط کیا جارہا ہے۔۔۔ عدالتوں میں منصفین انگریزی نہیں جانتے اسمبلی میں اراکین انگریزی نہیں جانتے ہیں محکمہ مال والے تو مکمل ناواقف ہیں پھر بھی ہم نے کیوں اپنے نظام کو مفلوج کر رکھا ہے۔ اور تقریباً ستر فیصد لوگ اردو بولتے ہیں پڑھتے ہیں اا ور لکھتے بھی ہیں۔

تو کیوں نہ ہم مل کر جدوجہد جاری رکھیں اور اپنے ملک عزیز میں اردو رائج کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بہت کچھ لکھنے کو باقی ہے پر اجازت نہیں ہے

لسانی کشمکش۔۔۔افشیں شہریار (لاہور)

ماہر نفسیات: جی محترمہ فرمائیے

ماں: جی سر یہ میرا بچہ ہے چار سال کا ہو گیا ہے اور صحیح بولتا نہیں ہے جب کوئی بات کرو تو گم سم دیکھتا رہتا ہے۔

ماہر نفسیات: اچھا ٹھیک ہے آپ بچے کی فائل مجھے دکھائیں۔

ماں: یہ لیجیے

ماہر نفسیات: (فائل دیکھتے ہوئے) اچھا-- آپ سپیچ تھراپی بھی لیتی رہی ہیں اپنے بچے کے لئے؟----تو پھر بھی کوئی نتیجہ سامنے نہیں آیا۔

ماں: جی ٦/٧ ہو گئے ہیں لیکن بچہ اسی طرح گم سم رہتا ہے۔

ماہر نفسیات: کیا آپ کا بچہ اسکول جاتا ہے؟

ماں: جی سر یہ اسکول جاتا ہے۔

ماہر نفسیات: اور میرا خیال ہے کہ اس کلاس میں اور بھی بچوں کو اس طرح کا مسئلہ درپیش ہو

ماں: جی اس کی کلاس میں تین چار بچوں کو اس طرح کا مسئلہ ہے میری ان کی ماؤں کے ساتھ کافی اچھے تعلقات ہیں لیکن ہمیں سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا کریں۔ ان کی مائیں بھی بہت پریشان ہے اگر میرے بچے کا مسئلہ حل ہو گیا تو وہ بھی ضرور آپ کی طرف آئیں گی۔

ماہر نفسیات: یہ بتائیں کہ آپ کے گھر میں کون سی زبان بولی جاتی ہے

ماں: جی سر, ظاہر ہے کہ ہم آپس میں تو اردو میں ہی بات کرتے ہیں۔

ماہر نفسیات: تو کیا بچہ اردو نہیں بولتا؟

ماں: لیکن سر ہم تو اس کے ساتھ انگلش میں بات کرتے ہیں انگلش نہیں بولے گا تو ترقی کیسے کرے گا؟

ماہر نفسیات: اچھا ٹھیک ہے۔____ آپ کے خیال میں اپنی زبان میں ترقی نہیں ہو سکتی۔

ماں: ظاہر ہے سر دنیا کے ساتھ بھی تو چلنا ہے ناں۔ آخر فیس کے اتنے پیسے یوں ہی تو نہیں ادا کر رہے۔

ماہر نفسیات: تو سنیے! میرے پاس کافی بچوں کے معاملات آ رہے ہیں۔ تحقیق کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس لسانی کشمکش نے بچوں کو ایک عجیب الجھن میں مبتلا کر دیا۔ ایسی زبان جو ان کی ہے ہی نہیں اس میں وہ بھرپور انداز میں اظہار خیال کیسے کر سکتے ہیں۔ اس میں گہرائی تک سوچ کیسے سکتے ہیں۔

ماں۔ میں کچھ سمجھی نہیں۔

ماہر نفسیات: غور سے میری بات سنیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ زبان کسی بھی انسان کے لیے بہت اہم ہوتی ہے۔ زبان کے ذریعے ہی انسان اپنی بات دوسرے تک پہنچا سکتا ہے۔ بچہ جب باہر کہیں بھی جاتا ہے تو وہ ہر طرف اردو سنتا ہے گھر میں اس کو اس جبر کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ وہ انگلش میں بات کرے۔ یہ ایک عجیب و غریب تضاد ہے جس میں ہم نے بغیر سوچے سمجھے نئی نسلوں کو مبتلا کر دیا ہے۔ بچے کا ذہن ہر وقت ایک کشمکش میں مبتلا رہتا ہے اس کا ذہن ہر وقت ترجمہ کے اذیت برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس دباؤ سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ خاموش رہا جائے خرابی بچے میں نہیں بلکہ آپ میں ہے۔ بچہ جب تک اپنی زبان میں بات نہ کرے اور اپنی زبان میں نہ سوچے, اس کا ذہن تخلیقی نہیں ہو سکتا۔ اور یہی مسئلہ ہے کہ کچھ بچوں کی خود اعتمادی مجروح ہو جاتی ہے۔ اپنے خیال کا اظہار کرنے کے لیے تو زبان چاہیے ہوتی ہے یہ دورخی بچوں کو مشکل میں مبتلا کر رہی ہے۔ خدارا اپنے بچوں کا سوچیں اور احساس کمتری کو مٹائیں۔

قومی زبان اور قومی لباس۔۔۔اظہر حسن شاہ۔۔سرگودھا

سپریم کورٹ میں بیٹھے ہوئے ججز بھی تو انگریزی لباس پہن کر انگریزی قانون کے مطابق ہی فیصلے کر رہے ہیں۔جب کہ انہی کی عدالت کے باہر قاصد شیر وانی پہن کر سر پر جناح ٹوپی رکھ کر آواز لگا رہا ہوتا ہے۔

"فلاں مجرم حاضر ہو"

یعنی قومی لباس اور جناح ٹوپی کی توہین جس کا آغاز انگریز نے کیا اور یہ روایت اب تک جاری ہے۔اور نالائق اس قدر ہیں کہ اپنے ہی فیصلے (8 ستمبر 2015 سپریم کورٹ کے ججز صاحبان نے ہی تین ماہ میں اردو کو دفتری زبان بنانے کا حکم دیا تھا) پر عمل نہیں کر رہے۔

اب بھی عدالتوں میں فیصلے انگریزی زبان میں لکھے جاتے ہیں۔سپریم کورٹ نے مقابلہ کا امتحان اردو میں لینے کا حکم دیا تو اردو دشمن لوہار

لاہور ہائی کورٹ میں پہنچ گئے۔وہاں بیٹھے ہوئے ایک نالائق جج نے مقابلہ کا امتحان انگریزی میں لینے کا حکم دے دیا، ایسے گھٹیا واقعات پاکستان میں ہی ہوتے ہیں۔

ایک چھوٹی عدالت (ہائی کورٹ کا جج) سپریم کورٹ کا فیصلہ منسوخ کرتا ہے۔

ججز رات 12 بجے عدالت کھول کر سیاست کرتے ہیں اور ایک حکمران کو گھر بھیج کر چوروں کو جیل سے نکال کر حکمران بنا دیتے ہیں۔

باقی رہے سیاست دان اور جرنیل تو سیاست دانوں کے سامنے نہ کوئی مقصد (سوائے اقتدار) ہے نہ ملک کو مسائل کی دلدل سے نکالنے کے لیے کوئی منصوبہ۔

جرنیل شہ رگ کشمیر اور پانی کو بھول کر کاروبار کر رہے ہیں ملک کے اندر اپنے ہی لوگوں کو فتح کر رہے ہیں حکومتیں گرا رہے ہیں نئ حکومتیں بنا رہے ہیں ساتھ ہر روز یہ بھی اعلان کرتے ہیں

"ہمارا سیاست سے کوئی تعلق نہیں"

فوج میں باقی ہر عہدہ کا نام انگریزی ہے مگر ایک عہدہ صوبیدار ہوتا ہے

مسلم عہد میں صوبیدار پورے صوبہ کا سربراہ ہوتا تھا انگریز نے اس کی توہین کرنے کے لیے فوج میں صوبیدار کا عہدہ بنایا اور اسے اپنے کیپٹن لیفٹیننٹ کے ماتحت کر دیا

مگر اب تک کسی کو اس عہدہ کا نام تبدیل کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔

مسلم عہد میں حکمران کے دو چہیتے وزیر دربار میں حکمران کے دائیں بائیں بیٹھتے تھے

انہیں فارسی میں چپ (بایاں) راست (دایاں) یعنی چپڑاسی کہتے تھے

انگریز نے ان کی توہین کرنے کے لیے اپنے Peon کو چپڑاسی کا نام دے دیا۔

سلطان ٹیپو کی شہادت کے بعد انگریز نے

اپنے باورچیوں کو سلطان ٹیپو کی فوج کی وردی پہنا کر ان کے سر پر پگڑی رکھ دی

اب تک کسی کو باورچی کا لباس تبدیل کرنے یا باورچی کو انگریزی لباس پہنانے کا خیال نہیں آیا

جب کہ انگریز کے عہد سے پہلے پگڑی شرفاء کے لباس کا حصہ تھی

مسلم عہد میں خانساماں وزیر خوراک کو کہا جاتا تھا

انگریز نے اپنے باورچی کو خانساماں کا نام دے دیا اور ہم نے ٹھنڈے پیٹوں قبول کر لیا

اب تک کسی کو خانساماں کا نام تبدیل کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔

پاکستان کا قومی مسئلہ یا مشغلہ یہی ہے

"ہر فرد اور

ہر ادارہ اپنا کام چھوڑ کر دوسرے کے کام میں ٹانگ اڑا رہا ہے"
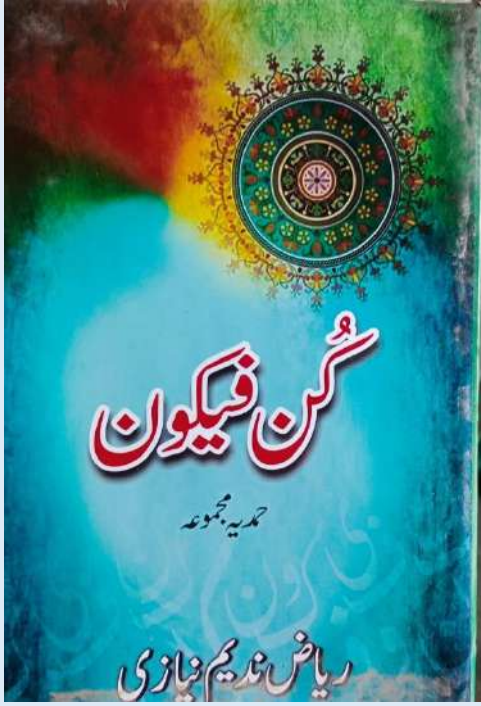
کن فیکون مصنف ریاض ندیم نیازی

زخیام اعصر حسن اعظم پیچ آبادی (شاعر، نقاد محقق) کراچی

تبصرہ کتاب

حمدیہ ادب میں بہترین اضافہ بحمد للہ۔۔۔ ریاض ندیم نیازی کا حمدیہ مجموعہ کن فیکون میں نے پڑھا مُسرت ہوئی۔ عہد حاضر کے شعراء میں جو طبقہ غزل اور دیگر اصناف کے ساتھ حمد و نعت کی اطرف بھی دل جمعی سے طبع آزمائی میں مصروف ہے، اس میں ریاض ندیم نیازی سلمہ اللہ تعالی کی حمدیں اور نعتیں نہایت سوز و گداز رکھتی ہیں 'کن فیکون" حمدیہ مجموعہ ہے، ان حمدوں میں شعری محاسن بھی ہیں، سلاست و روانی شگفتگی اور شائستہ بیانی کا ہنر نظر آتا ہے یہ اپنے دیگر ہم عصروں میں کسی سے کم نہیں محنت سے شعر کہنے والے شاعر ہیں۔ ریاض ندیم کے حمدیہ اشعار میں شعری جمال کے ساتھ فکری جمال بھی کمال درجے کا ملتا ہے، وہ روایت پرست ہونے کے ساتھ کچھ جدت پسند بھی نظر آتے ہیں۔ ان کے شعری لفظیات میں ابہام بالکل نہیں پایا جاتا۔ وہ ژولیدہ بیانی سے بھی دور رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی حمدیہ شاعری معمولی استعداد کے قاری کو بھی محظوظ کرے گی۔ انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں شعری حُسن اور ان کی ریاضت و محنت بدرجہ اتم انظر آتی ہے ان کے کلام میں بڑی خوبی اثر پزیری ہے جو مکرر پڑھنے کی طرف مائل کرتی ہے۔ یہ خوبی جس شاعر کے کلام میں موجود ہو بالیقیں وہ اچھے شعراء کی صف میں شمار ہوتا ہے۔ ان کے کلام میں زندہ رہنے کی توانائی موجود ہے۔ حمدیہ ادب میں ان کی لکھی گی حمدیں بہترین اضافہ ہیں۔

ریاض ندیم نیازی کی علمی وادبی کاوشیں اپنے تنوع، جدت خیال، بلندیِ فکر، عصر حاضر سے پیوستگی اور اعلیٰ ترین ادبی معیارات تک رسائی کے سبب بہ جا طور پر معجزہ فن کہلانے کی مستحق ہیں۔ یہ معجزہ فن خونِ جگر صرف کیے بغیر ممکن نہ تھا۔ ان شہ پاروں کا شاعر حقیقت میں سراپا شاعر ہے۔ ہر شعر میں دل کشی، اثر پذیری، فکر انگیزی اور گہرائی و گیرائی اس کے کمال فن پر دال ہے اور حرف حرف سے یہ خوبیاں آپ کے

فن میں مترشح ہوتی نظر آتی ہیں۔

کن فیکون" کی اشاعت پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔

ا

قومی زبان ہماری پہچان۔ لقمان ہاشمی حافظ آباد

جب ہم دنیا کا بنظر غایر جایزہ لیتے ہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ دنیا میں جس ملک نے بھی ترقی کی ہے اس کی لازماً کوی وجہ ہوتی ہے اور ان وجوہات ترقی میں جو بات نمایاں طور پر سامنے آئی ہے وہ قومی یا مادری زبان میں ذریعہ تعلیم ہے جن ممالک نے کسی غیر ملکی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا ہے وہ ہنوز ترقی کی دوڑ میں پیچھے ہیں یا ان کی ترقی کی رفتار بہت ہی کم ہے۔ پاکستان میں کم و بیش 33 کے لگ بھگ مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں جب کہ دنیا میں اس وقت تقریبا 3064 زبانیں بولی جاتی ہیں۔

اسلام نے بھی زیادہ سے زیادہ زبانیں سیکھنے کے لیے گرانقدر ترغیبات دی ہیں اور آج دنیا میں وہی آدمی سب سے کامیاب آدمی سمجھا جاتا ہے جو کہ سب سے زیادہ زبانیں جانتا ہو۔ جرمنی، فرانس، اٹلی اور چین کی زندہ اور نادر مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ چین کے صدر گزشتہ دنوں بھارت کے دورے پر گئے تو وہ چینی زبان میں ہی فخر سے بات کر رہے تھے ہمارے محترم وزیر اعظم جب کسی غیر ملکی دورے پر جاتے ہیں تو ذہنی غلامی کے پیش نظر انگریزی میں بات کرتے ہیں جس ے لامحالہ وہ انہیں اپنی بات سمجھا سکتے ہیں نہ ہی موثر انداز میں اپنا ماضی الضمیر ادا کر سکتے ہیں

اسی طرح دیگر ممالک کے صدور یا وزرائے اعظم جب ہمارے ہاں آتے ہیں تو بھی وہ اپنی قومی زبان میں ہی بات کرتے ہیں اور پھر ہمیں مترجم کا سہارا لینا پڑتا ہے یہ تصویر کا ایک رخ ہے دوسرا رخ یہ ہے کہ ہماری نسل ایک بڑے مخمصے میں گرفتار ہے کہ وہ کدھر جائیں کہ انگریزی میں وہ کمال حاصل ہی نہیں ہوتا ہے جو کہ اپنی قومی یعنی مادری زبان میں پڑھنے سے ہوتا ہے آج ہماری ساری نسل اس مسئلے سے دوچار ہے کہ وہ کیا کریں؟ انگریزی نے ہمارے ہاں ایسے خونی پنجے گاڑے ہیں کہ اب اس سے جان بچانا انتہائی مشکل دکھائی دیتا ہے۔

کیونکہ مادری زبان علاقای بنیادوں پہ سندھی سرائیکی پنجابی پشتو براہوی بلوچی کشمیری بلتی وغیرہ سمجھیں جاتی ہی جبکہ قومی زبان اردو ذریعہ تعلیم انگریزی بھلا اس میں ہماری نئ نسل کیسے ترقی کر سکتی ہے میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ تمام مضامین میں محنت و مشقت کر کے 80 سے 90 فی صد نمبر لیے جاسکتے ہیں مگر انگریزی میں ایسا ممکن نہیں ہے کل خود میرے ساتھ یہ ہوا اور آج میرے بیٹے کے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے کہوہ انگریزی میں اتنے نمبر نہ لے سکا جتنے دوسرے مضامین میں حاصل کیے یہ رپورٹ بھی اسی بنا پر بالکل صحیح کہی جا سکتی ہے کہ میٹرک میں ہر سال 40 فی صد بچے انگریزی کے مضمون میں ناکامی سے دوچار ہوتے ہیں اعلی ثانوی درجے میں یہی تناسب 60 فی صد تک جا پہنچتا ہے جب کہ ڈگری کے امتحانات میں یہ صورتحال اور بھی دگرگوں ہو جاتی ہے 75 فی صد طلبا کی صلاحیتیں انگریزی کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔

آج کل آئین سے غداری یا آئین شکنی کا بڑا چرچا ہے جب کہ ہمارے اسی آئین 1973ء کی ذیلی دفعہ 251 میں یہ بات واضح کر دی گئی تھی کہ مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کی زبان نہ صرف اردو ہو گی بلکہ آیندہ 15 برسوں میں اس ملک کا تمام نظام اردو میں منتقل کر دیا جائے گا مگر ان باتوں پر آج تک عمل درآمد نہ ہو سکا۔ کمال حیرت ہے کہ ہندوستان میں تو اردو سے نفرت اس بنا پر کی جاتی ہے کہ یہ ہم مسلمانوں یا پاکستانیوں کی قومی زبان ہے جب کہ ہمارے ہاں اردو سے نفرت کا سبب کیا ہے یہ فہم سے بالاتر ہے۔

ناطقہ سر بگریباں ہے کیا کہیے حیرت ہے کہ ہندوستان نے مسلم دشمنی کے پیش نظر اردو کو دیس نکالا دینے کی کوشش کی مگر اردو کی شان دیکھیں کہ اردو آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ ہندوستان میں زندہ ہے اور گراں قدر اردو ادبی نگارشات منصہ شہود پہ لای جا رہی ہیں

ہمارے ہاں اردو کو آج تک وہ مقام اور پذیرائی نہ مل سکی جس کی یہ حقدار تھی مگر یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اردو کی شان نہ تو پاکستان میں کم ہو سکی اور نہ ہی ہندوستان میں بلکہ الحمد اللہ اردو زبان ساری دنیا میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتی ہے اور بی بی سی لندن، وایس آف امریکا ریڈیو چین ریڈیو ایران اور ان گنت ممالک سے اردو زبان میں پروگرام نشر ہوتے ہیں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ جو ناعاقبت اندیش طبقاتِ اردو کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں وہ فی الحقیقت اردو کی اڑ میں دیدہ دانستہ ملک اور قوم سے دشمنی کر رہے ہیں یہ بالا دست طبقاتِ نہیں چاہتے کہ پاکستان اور پاکستانی قوم ترقی کرے اردو زبان ملک کے طول و عرض میں رائج ہو

تحریک نفاذ اردو کا جو عزم ہے وہ صرف اردو کی بحیثیت زبان مستقبل کی بات نہیں ہے بلکہ یہ ملک اور قوم کی بقا اور ترقی کا مسئلہ ہے آج ہم ترقی یافتہ ممالک کی فہرست پر نظر ڈالیں تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو گی کہ چین، جاپان، جرمنی، اٹلی، فرانس، کوریا، ترکی، ملائشیا وغیرہ ان ممالک نے جو کہ آج ایشیائی ٹائیگر زبنے ہوئے ہیں تعلیم کے میدان میں بے بہا ترقی کی ہے اور یہ ترقی انگریزی کی مرہون منت نہیں بلکہ ان کی قومی زبان میں تعلیم کا نصاب ہونے کی وجہ سے ممکن ہوا اہم بطور کالم نگار، بطور انسان انگریزی کے خلاف نہیں ہیں ہمیں ایک مضمون کے طور پر انگریزی کو بہر حال با دل نخواستہ رکھنا ہی پڑے گا مگر اردو کو اس کا جائز قومی مقام دیے بغیر ہم نہ تو ترقی کر سکتے ہیں اور نہ ہی ہم ایشیا کے ٹائیگر ممالک میں اپنا نام لکھوا سکتے ہیں اگر حکمران جماعت حزب مخالف اور تمام سیاسی جماعتیں بحیثیت قوم ترقی کرنے کے خواہاں ہیں تو اس کے لیے ہمیں اپنی قومی امدن میں اضافہ کرنا پڑے گا قومی نوعیت کے مسایل پہ باہم متفق ہونا پڑے گا ان مسایل میں نفاذ اردو کا مسلہ سر فہرست ہے

تمام سیاسی جماعتوں کے منشور میں یہ لکھا ہے اور سارے ملک میں قوم کے سامنے بڑے بڑے جلسوں میں یہ وعدہ کیا جاتا رہا ہے کہ ہم تعلیم کے لیے بجٹ میں خاطر خواہ اضافہ کریں گے۔ بعض سر براور دہ سیاسی زعما نے تو یہ اضافہ 4 فی صد سے بھی زیادہ کرنے کی یقین دہانی کرائی تھی یہ وعدہ بھی ابھی تک وفا نہیں ہوا

اج حزب اقتدار اور حزب مخالف نفاذ اردو کیلیے یکسو ہو جائیں تو ملکی تاریخ میں اپنا نام امر کر سکتے ہیں ان کا یہ اقدام ملک اور قوم کے لیے نیک شگون ثابت ہو گا

ہم عرض گزار ہیں کہ

1 حکمران طبقہ ہوش کے ناخن لے

2 نفاذ اردو سے روگردانی کی روش فی الفور ترک کرے

3 قومی نوعیت کے اس سنگین جرم سے توبہ کرے

4 اردو کو آینی مقام دلوانے

کیلیے اپنا مثبت اور تعمیری کردار ادا کرے

5 ارباب بست و کشاد این پر اس کی روح کے مطابق عمل کریں

ہم خلوص نیت سے سمجھتے ہیں کہ

1 قومی زبان ترقی کی راہ میں حد درجہ ممد و معاون ثابت ہو گی

2 انشاللہ جلد وہ دن آے گا جب

ہم تنفیذ اردو کی منزل پہ پہنچیں گے

3 اقوام عالم میں اپنا نام پیدا کریں گے

4 ملکی و ملی ترقی کا خواب شرمندہ تعبیر ہو کر رہے گا